7-5-2019

دورہ قرآن(2019)

پارہ نمبر15(سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ)

قرآن مجید قبر کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

✷ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی کو جب اس کی قبر میں لایا جاتا ہے تو فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے(یعنی عذاب کے لئے)تو تلاوت قرآن اُسے روک دیتی ہے جب فرشتہ اُس کے سامنے سے آتا ہے تو صدقہ اُسے دھکیل دیتا ہے اور جب اُسکے پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو مساجد کی طرف چل کر جانا اُسے دور کر دیتا ہے(یعنی انسان پاؤں سے جب نیکی کے کاموں کی طرف چل کر جاتا ہے تو وہ نیکیاں اُسے اُس کی برائیوں کی سزا سے ہٹا دیتی ہیں)۔

قیامت کے دن قرآن مجید انسان کی شکل میں آئے گا۔

✷ ابن بُرَیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن قرآن ایسے مرد کی شکل میں آئے گا جس کے بال سفید ہوں گے(جس کا رنگ اُڑا ہوا ہو گا)تو وہ اپنے پڑھنے والے سے کہے گا: میں وہی ہوں جس نے تجھے رات کو بیدار رکھا(جیسے تراویح وغیرہ پڑھنے میں)اور دن میں تجھے پیاسا رکھا۔(کیونکہ تلاوت کرتے وقت انسان کو پیاس بھی لگتی ہے)۔

(المستدرک للحاکم،ج:2،2087)

قیامت کے دن قرآن مجید سفارشی بن کر آئے گا۔

✷ ابو امامہ باہلی رض اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

قرآن کی تلاوت کرو بلاشبہ قیامت کے دن یہ اپنے ساتھیوں کی سفارش کے لیے آئے گا۔

(یعنی جو لوگ دنیا میں قرآن پڑھتے ہیں قیامت کے دن وہ اُن کی سفارش کریگا)

بنی اسرائیل

❖ آیت 1

آغاز ہوتا ہے سبحان الذی سے کہ اللہ پاک ہے۔

یعنی سننے والوں کو ایک عجیب وغریب خبر ملے گی کہ جس کو وہ حیرانی سے سنیں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیزیں لوگوں کے لئے مشکل ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

ویسے بھی جس بارے میں اب گفتگو کی جائے گی وہ بہت اہم بات ہے۔

کیا ہے وہ اہم بات

وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گئی راتوں رات مسجد الحرام(مکہ)سے مسجد اقصیٰ(یعنی فلسطین یروشلم)کی طرف۔

وہ جگہ کیسی ہے؟

جس کے آس پاس کو ہم نے برکتیں عطا کر رکھی ہے۔

کیونکہ

- وہاں کی سرزمین بہت زرخیز ہے
- وہاں قدرتی نہریں ہیں
- باغات اور پھل ہیں
- وہ زمین انبیاء کا مولد اور مسکن بھی رہی ہے۔

اس سفر کا مقصد کیا تھا؟

ہم اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نشانیوں میں سے دکھائیں۔

گویا دوسرے لفظوں میں یہ سفر ایک معجزہ تھا۔

بے شک وہ بہت دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔

بندوں کے حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

✷ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا "معراج کی رات بیت المقدس میں، میں نے اپنے قدم اُسی جگہ رکھے تھے جہاں پہلے انبیاء نے رکھے تھے۔

آپ ﷺ کو یہ سفر بُراق کے ذریعے کروایا گیا تھا۔

✷ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معراج کی رات نبی ﷺ کے لیے براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی اور زین کسی ہوئی تھی پس اُس نے شوخی کی تو جبرائیل علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی شوخی کر رہا ہے آج تک تجھ پر اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ معزز کوئی بھی سوار نہیں ہوا راوی کہتے ہیں پھر براق کو پسینہ آ گیا اور پھر براق کے ذریعے یہ سفر لمحوں میں طے ہو گیا۔

آپ ﷺ پہلے مکہ سے بیت المقدس کی طرف گئے وہاں پر آپ ﷺ جب پہنچے تو جبرئیل علیہ سلام نے اپنی اُنگلی سے اشارہ کر کے ایک پتھر میں سوراخ کیا اور براق کو اس سے باندھا یہاں پر آپ صلی علیہ وسلم نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی جو اس بات کا symbol نشانی تھی کہ آپ صلی علیہ وسلم تمام انبیاء کے امام ہیں، امام المرسلین ہیں، اور پھر وہاں سے آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور ساتوں آسمانوں تک لے جایا گیا، سِدۡرَةِ ٱلۡمُنتَهَىٰ تک لے جایا گیا جہاں سے آپ اللہ سبحانہ وتعالی سے ہم کلام ہوئے وہاں آپ کو اللہ سبحانہ وتعالی نے پانچ نمازیں بھی دیں اور اس کے علاوہ کچھ ہدایات بھی۔

اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور جہنم کے کچھ مشاہدات بھی کیے۔

✷ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایک قوم پر سے گزرا ان کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہرے اور اپنے سینے چھیل رہے تھے (یعنی کھرچ رہے تھے) تو میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں اے جبرائیل؟ تو انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں انکی عزتوں سے کھیلتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں طعنہ دیتے ہیں دوسروں کو بُرا ابھلا کہتے ہیں)۔

✷ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسراء والی رات میں ایسے لوگوں پر سے گزرا جن کے منہ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا یہ دنیا کے خطیب ہیں لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے اور یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے اور سمجھتے نہ تھے (یعنی یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے اپنے عمل کے لئے بھی ہے)۔

معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا تحفہ عطا کیا گیا۔

سورہ البقرہ کی آخری آیات دی گئیں۔

اور یہ کہ آپ کی اُمت میں سے ہر ایسے آدمی کو بخش دیا جائے گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور تباہ کن گناہوں سے بچے (یعنی کبیرہ گناہوں سے بچے)

✷ اسی طرح معراج کی رات فرشتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا: کہ آپ اپنی اُمت کو پچھنے لگانے کا حکم دیجئے (یعنی جس بھی جماعت کے پاس سے گزرے تھے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی مشورہ دیا کہ آپ اپنی اُمت کو حجامہ کرانے کا کہیں کیونکہ وہ صحت حاصل کرنے اور بیماریوں سے نکلنے کا بہترین طریقہ ہے)

اسی طرح آپکی مختلف پیغمبروں سے ملاقات ہوئی۔

✷ ابراہیم علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا اے محمد ﷺ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش کرنا، اور انہیں بتانا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اسکا پانی میٹھا ہے اور وہ ایک چٹیل میدان ہے (یعنی جنت چٹیل میدان ہے) سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا وہاں درخت لگانا ہے (تو جو جتنا ذکر کرے گا اسکی جنت اتنی ہی زیادہ سرسبز ہو گی)۔

❖ آیت 2

تورات بنی اسرائیل کے لیے تھی اور امت محمد ﷺ اور قیامت تک کے لوگوں کے لیے کیا ہے؟ قرآن مجید ہے۔

کارساز بنانے کا مطلب یہ ہے کہ

جس کے حوالے انسان اپنے کام کر دے اور وہ اس کی حاجتیں پوری کر دے تو ساری حاجتوں کا پورا کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔

❖ آیت 3

یہاں اللہ سبحانہ وتعالی خاص طور پر نوح علیہ السلام کی شکر گزاری کی تعریف فرما رہے ہیں اور مقصد کیا ہے؟

ہم بھی ان کی طرح شکر گزار بن جائیں۔

لیکن شکر گزار بندہ بننے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔

✷ مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہوتے تا کہ نماز پڑھیں یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیاں سوج جاتیں، اس سے متعلق آپ سے کچھ کہا جاتا کہ آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں، تو آپ ﷺ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

یعنی شکر گزاری صرف زبان سے شکر گزاری نہیں ہوتی بلکہ عمل کے ذریعے ہوتی ہے اور آج کل اس عمل کا اچھا موقع ہے۔

اسی طرح شکر گزاری میں انسان جو کچھ بھی کھاتا یا پیتا ہے تو اس پر بھی اپنے رب کو یاد کرے، بسم اللہ پڑھ کر آغاز کرے اور الحمدللہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرے۔

❖ آیت 5

کہ جب بنی اسرائیل نے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کیا یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنائے اسی طرح حضرت یحیی علیہ السلام کو قتل کر دیا تو اس کی پاداش میں اللہ تعالی نے ان پر ظالم بادشاہ مسلط کیے، 70 عیسوی میں ٹیٹس کا حملہ ان پر ہوا اور اس کی وجہ سے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا گیا۔

❖ آیت 6

یعنی پہلے حملے کے بعد ہم نے حالات بدلے جب کہ تمہارے اندر تبدیلی آئی تو ہم نے بھی تم پر سے عذاب اٹھالیا۔

پہلا حملہ بخت نصر کا تھا اور دوسرا حملہ ٹیٹس کا تھا، جب انھوں نے حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحیی علیہ السلام کو قتل کر دیا، عیسی علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنائے۔

اور جہاں جہاں غلبہ پائیں اسے تہس نہس کر دیں۔

❖ آیت 7

تو بات یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اچھا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالی نے بھی ان کے دن پھیر دیے اور جب انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے والوں کے ساتھ برا معاملہ کیا تو اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو عذاب چکھایا۔

تو یہ ایک بنیادی قاعدہ دیا جا رہا ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالی سے ڈر کر زندگی بسر کریں اور نیکیوں کی طرف رغبت رکھیں اور جو کوئی نیکی کرتا ہے وہ دراصل اپنے لیے ہی کرتا ہے۔

❖ آیت 8

یعنی اگر تم بدلے تو ہم بھی پھر پکڑیں گے۔

تو اس میں کتنا بڑا سبق ہے۔

کوئی قوم ہو، یا کوئی فرد ہو، یا کوئی گھرانہ ہو اگر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالی اس پر اپنی رحمت فرماتا ہے۔

احسان کا بدلہ احسان کی شکل میں دیا جاتا ہے۔

اور گر کوئی سرکشی کرتا ہے تو اس کی بھی پکڑ ہوتی ہے، آخرت کی پکڑ سے پہلے دنیا میں بھی پکڑ ہوتی ہے۔

❖ آیت 9

اس سورت میں خاص طور پر قرآن مجید کا ذکر آئے گا بار بار۔

یہاں پر قرآن کے آنے کا مقصد بتا دیا گیا کہ

قرآن سب سے زیادہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس لیے انسان سیدھے راستے پر چل ہی نہیں سکتا جب تک کہ قرآن سے راہنمائی حاصل نہ کرے۔

✧ کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ قرآن کو لازم پکڑو کیونکہ وہ عقل کی تیزی, حکمت کی روشنی اور علم کا سرچشمہ ہے اور رحمان کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں میں سب سے نئی کتاب ہے، اللہ نے تورات میں یہ بات فرمائی ہے کہ اے محمد ﷺ میں تم پر جدید تورات نازل کروں گا(یعنی قرآن مجید) جو نابینا آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے میں پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تھوڑی سی بھی کوشش کرتا ہے اس قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی اس کے دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور اس کے طرز عمل میں لازما تبدیلی آتی ہے۔

❖ آیت 11

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ انسان کا بے زاری کی حالت میں خود کو یا اپنی اولاد کو بد دعا دینا ہے۔

یعنی بعض اوقات ہم irritated ہوتے ہیں بیماری کی وجہ سے، بچوں کی پریشانی کی وجہ سے، یا کاروبار کی وجہ سے پھر انسان کے اوپر بعض اوقات ایسی کیفیت آجاتی ہے کہ اس کے منہ سے خیر کی بات نکلنے کی بجائے بد دعا نکل آتی ہے۔ حالانکہ وہ خود اس بد دعا کی قبولیت نہیں چاہتا لیکن بس وہ بیزار ہو کر منہ سے کچھ بات نکالتا ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ بنیادی طور پر، کہ انسان بڑا جلد باز ہے۔

بنیادی طور پر اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی جارہی ہے، ڈانٹا جارہا ہے جو غصے کی حالت میں اپنے لیے یا اپنے مال اور اولاد پر بد دعا کرتے ہیں۔

حالانکہ اس وقت انہیں اطمینان کے ساتھ بھلائی کی دعا کرنی چاہیے تھی۔

یاد رکھیے

قبولیت کے وقت میں دی گئی بد دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔

اگر جس کو بد دعا دے رہے ہیں وہ اسکے اہل نہیں تو وہ بد دعا پلٹ کر دینے والے کے سر پر آجاتی ہے۔

کیونکہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر دوسروں کو بد دعائیں دے کر بلیک میل کرتے ہیں یعنی emotionally black mail کرتے ہیں کہ تمہیں ہماری بد دعا لگ جائے گی، تم جہنم میں جاؤ، تمہارا یہ نقصان ہو جائے، تو اب جس کو بد دعائیں دی جارہی ہوتی ہیں وہ بہت ڈر جاتا ہے ایسے موقع پر ڈرا نہ کریں۔

اس لیے کہ اگر آپ نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا، آپ کی نیت خراب نہیں ہے، آپ نے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تو آپ کو بد دعا نہیں لگے گی۔ یعنی اگر آپ ظالم نہیں ہیں تو بد دعا آپ پر نہیں پڑے گی۔ وہ کس پر جائے گی، واپس جو دینے والا ہے۔

اس لیے بد دعائیں دینے والوں کو بھی سوچ سمجھ کر دینی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مصیبت واپس اپنے اوپر ہی لوٹ آئے۔

اسی طرح ماں باپ کو بھی سوچ سمجھ کر اولاد کو بد دعائیں دینی چاہیے کیونکہ

✷ نبی ﷺ نے فرمایا: تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں

- مظلوم کی دعا
- مسافر کی دعا
- باپ کا اپنے بیٹے کے خلاف بد دعا کرنا (کیونکہ تنگ آکر ہی کرتا ہے باپ ایسے ہی نہیں کرتا)

✷ آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے آپ پر خیر ہی کی دعا کیا کرو، بے شک فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں۔

❖ آیت 12

اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود نشانیوں کو بھی دکھا رہے ہیں اور ان کی تفصیل بھی بتا رہے ہیں کہ یہ نعمتیں تمہارے لیے کس کس فائدے کی ہیں۔

تو ان نعمتوں کو پا کر، ان نشانیوں کو دیکھ کر انسان کو سبق حاصل کرنا چاہیے اور رب کا شکر گزار بننا چاہیے۔

❖ آیت 13

یعنی انسان جو کچھ کماتا ہے وہ اسی کے اوپر لادا جا رہا ہے۔

جسے ہم قیامت کے دن ایک کتاب کی شکل میں نکالیں گے اعمال نامہ، book of deeds وہ اپنی کتاب کو کھلا ہوا دیکھے گا، open book ہو گی جس میں وہ ساری چیزیں دیکھ رہا ہو گا۔

❖ آیت 14

یعنی تم خود فیصلہ کر سکتے ہو کہ تمہارا اب انجام کیا ہونا چاہیے۔

ظاہر ہے برے اعمال ایسی بری شکل میں ہوں گے کہ انسان خود ان سے گھن کھائے گا تو کتنا ضروری ہے کہ انسان یہ حساب اپنا دنیا میں ہی کر لے۔ مرنے سے پہلے ہی کر لے، اپنا محاسبہ کرے، اپنا جائزہ لے، اپنے منہ سے نکلنے والی باتیں، اپنی سوچیں اور اپنے معاملات جو دیگر لوگوں کے ساتھ ہیں کہ ان کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

❖ آیت 15

یعنی اپنی برائیوں کو دیکھ کر ان میں سے اس برائی کو دور کر کے، جو صحیح راستہ ہے اس کو اختیار کر لیا۔ خاص طور پر جو قرآن کا راستہ ہے وہ سب سے بہترین اور سیدھا راستہ ہے۔ تو اس کا فائدہ کسی اور کو نہیں خود اسی کو ہو گا۔ یعنی اگر انسان ہدایت نہیں پاتا تو نقصان بھی خود اٹھائے گا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ

قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے کیے کا ہی بدلہ ملے گا۔

❖ آیت16

پیچھے بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہوا باقی اقوام میں بھی یہی قاعدہ رہا اور آئندہ کے لیے بھی یہی اصول ہے کہ اگر کچھ لوگ فساد کریں گے، بگاڑ کا رستہ اختیار کریں گے تو پھر دنیا میں بھی ان کی شامت آئے گی۔

❖ آیت18

جو دنیا کی رونقیں چاہتا ہے، دنیا کے فائدے چاہتا ہے، یعنی انہی کے لیے دن رات کوشش کر رہا ہے۔

اگر کوئی نیکی بھی کرتا ہے تو اس کا بدلہ دنیا میں ہی چاہتا ہے۔

تو اللہ تعالی اسکو دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔

❖ آیت19

جو شخص آخرت کا ارادہ کرے کہ مجھے آخرت کا اجر چاہیے۔

اور اس کے لیے مقدور بھر کوشش بھی کرے یعنی صرف ارادہ ہی نہ ہو بلکہ کوشش بھی ہو اور وہ مومن بھی ہو، ایمان شرط ہے صرف کوشش اور محنت اور اچھے کام ہی نہیں، تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی

اس آیت میں اس بات پر تنبیہہ کی گئی ہے کہ بغیر محنت کے آخرت کی بھلائی کا ارادہ کرنا محض ایک دھوکہ ہے، یعنی اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔

دنیا میں بھی انسان جس چیز کو چاہتا ہے تو پھر اس کو پانے کے لیے کوشش بھی کرتا ہے محنت بھی کرتا ہے۔

❖ آیت20

یعنی اللہ سبحانہ وتعالی دنیا میں صرف ایمان والوں کی مدد نہیں کرتا دوسروں کی بھی کرتا ہے، اور اللہ جس کی چاہے مدد کرے کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔

بعض اوقات انسان جس سے حسد کرتا ہے تو اس کا برا چاہتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ اس کو کوئی خیر نہ ملے یعنی خاص طور پر قریبی رشتہ داروں کے اندر سے جو cold war چل رہی ہوتی ہے تو انسان چاہتا ہے کہ ساری خیر صرف میرے ہی گھر میں آجائے اور دوسرے کی طرف نہ جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خیر کا بانٹنے والا تو اللہ ہے کسی کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے، کسی کی بدخواہی سے ضروری نہیں ہے کہ کسی کو نقصان ہی پہنچ جائے، ضروری نہیں ہے کہ کوئی آپ سے حسد کرے تو آپ برباد ہی ہو جائیں، بہت سے لوگ حسد میں پھر اور آگے بڑھ جاتے ہیں اور جادو وغیرہ کرنے لگتے ہیں، فساد شروع کر دیتے ہیں زمین میں۔

تو ایسے سارے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو کسی کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود اسی میں گرتا ہے۔

❖ آیت21

جو آخرت چاہتا ہے وہ بڑے درجات پائے گا۔

اس کے بارے میں آتا ہے کہ جنت کے 100 درجے ہیں اور ان کے درمیان کا فاصلہ ایسا ہی ہے جیسے زمین اور آسمان کا فاصلہ ہو اور فردوس جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں، اس کے اوپر رب کا عرش ہے۔

جب بھی تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے جنت الفردوس کا سوال کرتی ہوں۔

❖ آیت 22

یعنی کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی اور الہ ہے ہی نہیں۔

کوئی رازق ہے ہی نہیں۔

کوئی مالک ہے ہی نہیں۔

کسی کے پاس اختیارات ہیں ہی نہیں۔

کوئی دینے کے قابل ہے ہی نہیں لہٰذا تم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف مت راغب ہو اپنی ساری توجہ، اپنی رغبتیں، اپنی تمنائیں، اپنی فریادیں، سب کی سب اللہ کے سامنے رکھو۔

❖ آیت 23

یہاں بڑھاپے کی حالت کو خاص کیا گیا ہے کیونکہ اس وقت ماں باپ کمزور ہو چکے ہوتے ہیں اولاد جوان ہو چکی ہوتی ہے، جوان لوگوں کی خواہشات، اور جذبات، طریقہ کار کچھ اور ہوتا ہے، بوڑھے لوگوں کا طریقہ کچھ اور بدل چکا ہوتا ہے اپنے تجربات کی روشنی میں یا اپنی کمزوری کی وجہ سے۔

تو پھر دونوں کے چونکہ مقاصد فرق ہوتے ہیں طریقے فرق ہوتے ہیں تو clash بہت ہونے لگتا ہے۔ تو ایسے میں ماں باپ نہیں جھک سکتے ان میں تبدیلی کی مت سوچو کیونکہ وہ تو بڑے ہو چکے ہیں، پکے ہو چکے ہیں، وہ تو مضبوط درخت بن چکے ہیں، اب اگر آپ چاہو کہ ان کو ڈھال لیا جائے، ان کو جھکا لیا جائے اور ان کی عادتیں بدل لی جائیں تو یہ نہیں ممکن۔

اس لیے ضروری ہے کہ اولاد اپنے اندر نرمی پیدا کرے، اولاد ان کے آگے جھکے۔

اُف: دو حرفی کلمہ ہے جو انتہائی ناپسندیدگی اور بیزاری کے وقت انسان کے منہ سے نکلتا ہے۔

اُف پھر وہی بات، اُف پھر اسی کام کے لیے بلا لیا۔

تو اس کو بھی منع کر دیا گیا ہے۔ تو پھر جب اُف منع ہے تو لمبی چوڑی نصیحتیں ماں باپ کو اور جھگڑے، بدتمیزی اور بداخلاقی کی تو کہیں بھی گنجائش نہیں۔

یاد رکھیے

بڑھاپے میں والدین کو ستانے والا جنت سے محروم رہے گا۔

✷ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول کس کی؟ آپ نے فرمایا:

جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔

تو خاص طور پر بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرنا جنت میں لیجانے والے کاموں میں سے ایک کام ہے۔

اور دوسری طرف والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہ ہو گا۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں نہ جائیں گے اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ ان کی طرف نظر ڈالے گا۔

- والدین کا نافرمان
- مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت
- دیوث

(دیوث وہ مرد ہوتا ہے جس کے اندر کوئی غیرت نہیں ہوتی کہ اس کی ماں یا بہن یا بیٹی کوئی حرام کاریاں کر رہی ہیں تو وہ اس کو bother ہی نہیں کرتا ہو اس کو let go کر نے دیتا ہے)

اسی طرح والدین کو رلانا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے.

❖ آیت 24

تو یہاں ان پر رحم کرتے ہوئے ان کو

- رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھو
- غصے سے مت دیکھو
- انکساری سے آگے جھکے رہو
- ان کیلئے دعائیں کرو
- کندھے جھکا کر رکھو یعنی اپنا posture بھی ایسا رکھو جس سے تکبر ظاہر نہ ہو بلکہ عاجزی، کہ آپ ماں باپ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

بعض اوقات اولاد زیادہ قابل ہو جاتی ہے ماں باپ بڑھاپے میں پہنچ کر پڑھ لکھ کر بھی سب کچھ بھول جاتے ہیں تو اولاد جب جوان ہوتی ہے اور جان پکڑتی ہے تو وہ اولاد ماں باپ سے بھی آگے نکلنے لگتی ہے تو ایسے میں کبھی انسان کو یہ ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ ہم آپ سے بہتر ہیں، آپ کو کچھ پتہ نہیں۔

عام طور پر بچوں کے اندر یہ چیز کتنی آگئی ہے کہ ماں باپ کو بیوقوف سمجھتے ہیں، بھلے ماں باپ کچھ نا سمجھ بھی ہوں یا نا سمجھی کی بات بھی کریں تو بھی بار بار ان کو یہ احساس دلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کیونکہ یہ ان کے اوپر بڑا گراں گزرتا ہے کہ جس بچے کو انہوں نے پیدا کیا اور اس کی انگلی پکڑ کر اس کو چلنا سکھایا آج وہ انہیں سکھا رہا ہے۔

یہ چیز نفسیاتی طور پر ان کو کمزور کرتی ہے اور ان کو غمگین کرتی ہے۔

تو بھلے آپ صحیح ہوں اور ماں باپ غلط ہوں ان کے آگے humble رہیں، بحث مباحثہ نہ کریں۔

پھر والدین میں سے بھی ماں حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

✷ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول ﷺ میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے ؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے پھر پوچھا آپ نے پھر وہی جواب دیا پھر پوچھا آپ نے پھر وہی جواب دیا تیسری بار بھی آپ نے وہی جواب دیا چوتھی بار آپ نے کہا تمہارا باپ.

❖ آیت 25

کہ تم کس دل سے ماں باپ کی خدمت کر رہے ہو۔

ماں باپ تو بہت محبت سے پالتے ہیں لیکن بچے انتظار میں رہتے ہیں کہ یہ کب دنیا سے جائیں گے اور کس ہمارے سر سے یہ بوجھ اترے گا؟ اور کب ہم بھی آزاد ہوں گے ؟

تو جو تم دلوں میں سوچتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے، اس بارے میں یا کسی اور بارے میں۔

چونکہ یہاں پیچھے ماں باپ سے متعلق بات سے ہی منسلک ہے تو سب سے پہلے اسی context میں اس کو دیکھنا چاہیے۔

یعنی دل کے خیالات تو اوپر نیچے ہوتے ہی رہیں گے لیکن اگر تمہارا طرز عمل اچھا ہے تم عملی طور پر صالح ہو نیک ہو تو جو اپنی غلطی سے رجوع کرے گا توبہ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

یعنی انسان کو جب احساس ہوتا ہے کہ وہ غلط سوچ رہا ہے اس کے منہ سے غلط بات نکل گئی ہے تو پھر وہ پلٹ کو اپنا رویہ اچھا کر لیتا ہے تو اس کی غلطی بھی معاف ہو جاتی ہے۔

❖ آیت 26

تبذیر کیا ہوتا ہے؟

تبذیر کا لفظ بِذر سے ہے۔ بِذر کہتے ہیں بیج کو، جیسے بیج پھیلا دیا جاتا ہے کھیت میں۔ وہ تو بہر حال اُگ ہی آتا ہے لیکن بظاہر ایسا لگتا ہے کہ وہ مٹی میں جا کر گم گیا۔ تو اس سے تشبیہ دی گئی ہے کہ تم اپنا مال ہر جگہ یونہی نہ لٹاتے پھرو۔

اور پھر خاص طور پر

تبذیر خواہشات پر خرچ کرنا ہے اور وہ بھی ضرورت سے زائد (مثلا: ڈیکوریشن کے اوپر بہت زیادہ خرچ کر دینا، لباس کے اوپر اور لباس بھی صرف ضرورت کا نہ ہو صرف دکھاوے کا ہو اور اس پر انسان ہزاروں خرچ کر دے)

اسی طرح یہ کہ ناجائز چیزوں پر خرچ کرنا

ضروریات میں بھی حد سے زیادہ خرچ کرنا

- ایک انسان کی Wants ہوتی ہیں
- دوسری اسکی Needs ہوتی ہیں
- اور کچھ necessities ہوتی ہیں۔

◇ ضروریات پر خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

◇ Needs بعض اوقات انسان بہت زیادہ بڑھالیتاہے۔ یہ بھی ضرورت ہے، وہ بھی ضرورت ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز آپ باہر جاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ بھی کام آجائے گی تو اس میں بعض اوقات غیر ضروری چیزیں خرید کرر کھ لیتے ہیں۔

◇ Wants اسکی کوئی limit ہی نہیں پھر اس میں انسان حد سے بڑھ جاتا ہے اسی کو فضول خرچی کہتے ہیں۔

✷ ابو عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مبذرین کے بارے میں پوچھا:
تو انہوں نے کہا: وہ لوگ جو ناحق مال خرچ کرتے ہیں (یعنی جہاں نہیں خرچ کرنا چاہیے جن کاموں میں جن چیزوں پر خرچ نہیں کرنا چاہیے وہاں خرچ کرتے ہیں) مال ضائع کرنے والے لوگ اللہ تعالی کے ناپسندیدہ ہے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا

- ادھر ادھر کی فضول باتیں کرنا (he said , she said)
- مال کو ضائع کرنا
- بکثرت سوال کرنا (یہ تین چیزیں اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہیں)

❖ آیت 28

بعض اوقات انسان کے پاس اتنا نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کی ضروریات پوری کر سکے تو ایسے میں بد اخلاقی سے بات نہیں کرنی چاہیے کہ تم لوگ روز مانگنے آجاتے ہو، یہاں میں نے کوئی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں، اور طرح طرح کی باتیں جو حد سے بڑھی ہوئی ہوں اور دوسروں کو تکلیف دینے والی ہوں وہ نہیں کرنی چاہیے۔

مثلا: اگر کوئی شخص سمجھتاہے کہ آپ کے پاس بہت کچھ ہے اور آپ سے قرض مانگنے کے لیے آجاتا ہے اور آپ hand to mouth ہیں، بظاہر دیکھنے میں چونکہ آپ اپنی مالی مشکلات کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کرتے تو لوگ آپ کو خوشحال سمجھنے لگتے ہیں کہ اس کے منہ سے تو کبھی ایسی کوئی بات ہی نہیں نکلی کہ یہ بھی ضرورتمند ہے لیکن اس وقت آپ واقعی دے نہیں سکتے اور قریبی رشتہ دار ہی آپ کے ساتھ ایسے معاملات کر رہے ہوتے ہیں یا قریبی سوشل سرکل میں تو ایسی صورت میں انسان کو اچھی بات کے ذریعے دوسرے کا دل خوش کر دینا چاہیے اگر وہ مال سے مدد نہیں کر سکتا یا کسی بھی طرح۔

بعض اوقات مال نہیں ہوتا، کسی کو آپ کی Ride چاہیے ہوتی ہے، کسی کو آپ کا وقت چاہیے ہوتا ہے تو اگر آپ اس وقت مصروف ہیں اور دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے تو بد تمیزی اور بد اخلاقی سے پیش نہ آئیں، اچھے طریقے سے معذرت کر لیں یا آئندہ کسی وقت کے لیے وعدہ کر لیں۔

❖ **آیت 29** یعنی انسان خرچ کرتے ہوئے نہ تو انتہائی بخل کرے نہ ہاتھ کھلا چھوڑ دے، درمیانی راہ، اعتدال کی راہ اختیار کرے۔

❖ آیت 31

والدین کے حقوق کے بعد اولاد کے حقوق، اور ان میں سب سے پہلا حق ان کی زندگی کا حق ہے۔ کہ ان کو نہ تو پیٹ میں قتل کرو نہ ہی باہر آنے کے بعد اور اس ڈر سے خاص طور پر مت abort نہ کراؤ اپنی پریگننسی کو کہ تم ان کا خرچ کہاں سے اٹھاؤ گے کیونکہ ہم بہت materialistic ہو گئے ہیں ہر چیز کو calculate کرتے رہتے ہیں کہ اتنی میری آمدنی ہے اتنا میرے ایک بچے کے اوپر ماہانہ خرچ ہوتا ہے اور اگر ایک اور بچہ آ گیا تو میرا بجٹ آؤٹ ہو جائے گا تو میں کیا کروں گا۔ نہیں اللہ تعالیٰ اسی اعتبار سے وسائل بھی پیدا کر دے گا، بیماری یا کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی تحدید اولاد کرے لیکن مال کی وجہ سے مفلسی کے ڈر سے نہیں، اس کی اجازت نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدین سے بھی زیادہ مہربان ہے اور اولاد کا قتل کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

❖ آیت 33

حق کی بناء پر قتل کرنا، یعنی قصاص وغیرہ

ولی کا اختیار کیا ہے؟ چاہے تو قصاص لے یا دیت لے یا معاف کر دے۔

اور اگر اس نے قتل ہی کرنا ہے تو اس میں زیادتی نہیں کرے گا کہ ایک کہ بدلہ چار کر دے اس قبیلہ کے، یا اذیت دے دے کر قتل کرے۔

❖ آیت 34

سوچ سمجھ کر وعدے کیا کریں اور سوچ سمجھ کر پھر ان کو نبھایا کریں کیونکہ قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ وعدہ پورا کیا تھا یا نہیں۔

وعدہ خلافی منافق کی نشانیوں میں سے ہے۔

❖ آیت 36

یہ بہت بڑا اخلاقی ادب سکھایا گیا ہے، بہت ہی زبردست اصلاح کی گئی ہے۔

امت کو اس بات کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ اچھے well thought خیالات کو اور وہمی باتوں کو آپس میں مکس نہ کیا جائے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ:

✧ یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا حالانکہ تم نے دیکھا نہ ہو۔ (بس تمہیں وہم ہو کہ ہاں میں نے دیکھا تھا کہ فلاں آیا تھا حالانکہ وہ نہیں آیا تھا۔)

✧ یہ نہ کہو کہ میں نے سنا حالانکہ تم نے سنا نہ ہو۔ (بعض اوقات ہم کہتے ہیں کہ میں نے سنا جب کہ سنا نہیں ہوتا تو یہ نہیں کہنا چاہیے)

✧ اور یہ نہ کہو کہ میں جانتا ہوں حالانکہ تم نہیں جانتے (ہاں مجھے پتہ ہے جب پوچھو کہ کہاں ہے تو کہتے ہیں وہ مجھے بھول گیا، نہیں، جب تک یقینی بات نہ ہو اس کو منہ سے مت نکالو) کیونکہ ان سب باتوں کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہو گی۔

اسی طرح دل کے بعض خیال بھی گناہ ہوتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو بہت سے گمان سے بچو یقینا بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔(الحجرات 12)

تو وہم و گمان سے کام لینے کی بجائے اور اپنی سوچ کو وہم و گمان پر رکھنے کی بجائے علم یقینی پر اس کی بنیاد رکھے، کیونکہ

اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡئُوۡلًا

❖ آیت 37

عباد الرحمٰن کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ زمین پر نرمی سے چلتے ہیں، معتدل چال چلتے ہیں، نہ تو عاجزی اور سستی کے ساتھ بہت ہی ڈھیلے ڈھیلے اور نہ بہت تیز، بلکہ اپنی ہمت کے مطابق درمیانی چال۔

اسی طرح چلتے ہوئے اکڑنا نہیں چاہیے، متکبرانہ چال کی ممانعت کی گئی ہے۔

✷ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے یا اپنی چال میں تکبر کو جگہ دے (یعنی تکبر والی چال چلے) وہ اللہ سے اِس حال میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہو گا۔

یاد رکھیے:

ہمارا دین ایک جامع دین ہے جس میں چلنے کا طریقہ تک سکھایا گیا ہے، مال خرچ کرنے کا، اولاد سے معاملہ کرنے کا، والدین سے معاملہ کرنے کا، شرم و حیاء کا، سوچنے سمجھنے کے بارے میں کہ کس طرح انسان کو بولنا چاہیے، کس طرح سوچنا چاہیے۔

کونسا پہلو زندگی کا ایسا ہے کہ جس کے بارے میں رہنمائی نہیں کی گئی۔

❖ **آیت 39** یہ سب سے بڑا جرم ہے یعنی شرک

❖ **آیت 42** یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اللہ کے مقابل ہو اور نعوذ باللہ وہ اللہ کی جگہ نہ لینا چاہے اور اس کا مقابلہ نہ کرے۔

❖ **آیت 44** کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کر رہی ہو لیکن تم اس کو نہیں سمجھتے کیونکہ ہر ایک کا اپنا طریقہ ہے۔

آپ دیکھیے کہ ساری کائنات اللہ کی تسبیح کر رہی ہے اللہ کی تعریف بیان کر رہی ہے اور ہم چپ کر کے بیٹھے ہوئے ہوں اور اللہ کا ذکر نہ کریں تو اللہ کو محبوب کیسے ہو سکتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالی معاف کر دیتا ہے۔

✷ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے زمانے میں کھاتے وقت کھانے کی تسبیح سنتے تھے یعنی آپ ہم کو سنواتے تھے۔

✷ ایک اور موقع پر آپ نے مٹھی میں کنکریاں لے کر صحابہ کرام کو ان کی تسبیح سنوائی، یعنی ان کی آواز enhance کر دی گئی ہو گی۔

❖ **آیت 45** یعنی قرآن ان کے دلوں تک through نہیں ہوتا۔

❖ آیت 46

یہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں پر دہ پڑ جاتا ہے؟

جن کو قرآن کے احکامات اچھے نہیں لگتے ہیں وہ ان کی حکمت کو نہیں سمجھتے اور پھر سننا ہی نہیں چاہتے۔

❖ **آیت 47** یعنی دوسروں کو بہکاتے ہیں آپ ﷺ کی طرف آنے سے۔

❖ **آیت 50** یعنی دوبارہ پیدا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

❖ **آیت 52** دنیا کی زندگی آخرت میں بہت چھوٹی نظر آئے گی۔

❖ **آیت 53**

یہاں اللہ تعالیٰ بہت پیار سے کہہ رہے ہیں۔

وَقُل لِّعِبَادِي

اپنی طرف نسبت کر رہے ہیں بندوں کی، تو اگر ہمیں عباد الرحمٰن بننا ہے تو لازم ہے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھیں۔

زبان سے اچھی بات ہی نکالیں۔

جتنی relationship کی خرابی ہوتی ہے اس کا آغاز زبان سے ہی ہوتا ہے کوئی سخت کلمہ، سخت جملہ، کوئی گالی، کوئی جھگڑے کی بات۔ اور یہ انسان کو شیطان اُکساتا ہے کہ اب کہو اس کو، اور اس کو سبق سکھا دو، اور اس کا منہ بند کر دو، اور اس کو چپ کرا دو، یہ آئندہ تمہیں کچھ کہہ نہ سکے۔

اس طرح کی بہت سی چیزیں شیطان انسان سے کرواتا ہے جس کے نتیجے میں انسان دوسرے کے ساتھ اپنے تعلقات بعض اوقات ہمیشہ کے لیے خراب کر کے رکھ لیتا ہے۔ اور اس میں آپ دیکھیے کہ بہت سے گھر ٹوٹ جاتے ہیں زبان کی بے احتیاطی سے، آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں زبان کی بے احتیاطی سے، تو بہت ضروری ہے کہ ہم سب زبان کو سنبھال کر استعمال کریں، سوچ سمجھ کر بولیں، پہلے تولو پھر بولا۔ اور یہ پوری امت کو ادب سکھا دیا گیا ہے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

بے شک سلام عام کرنا، اور اچھا کلام کرنا ایسے اعمال ہیں جو بخشش کو واجب کر دیتے ہیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

کونسی چیز جنت کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: تم عمدہ کلام اور کھانا کھلانے کو لازم پکڑ لو۔ یہ دو چیزیں انسان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

❖ **آیت 57**

اہل عرب میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو جنوں کی عبادت کرتے تھے تو ان میں سے کچھ جن مسلمان ہو گئے اور وہ اللہ کا قرب چاہنے لگے اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے تھے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے کیونکہ رب کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے ڈرا جائے۔

تو ان لوگوں کی طرف کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایسے جنوں کو پوجتے تھے اور ان کو وسیلہ بناتے تھے کہ یہ ہمارے مسائل حل کروائیں گے اور ہماری بخشش کروائیں گے وہ تو اب خود بھی رب کی رحمت کے امیدوار ہیں اور رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

یعنی تم جس بھی مخلوق کو پکارو گے in another sense تو اس مخلوق کو تو خود رب کی رحمت کی ضرورت ہے چاہے کوئی بزرگ ہو، چاہے کوئی زندہ ہو، چاہے کوئی فوت شدہ ہو، چاہے کوئی فرشتے ہوں، چاہے انبیاء ہوں۔

سب کے سب کس کس چیز کے متلاشی ہیں؟ کس چیز کے طلب گار ہیں؟

کہ اللہ کی رحمت ہو جائے ان پر اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں، اور اللہ کی طرف جانے کا راستہ ان کو مل جائے۔

❖ آیت 58

یعنی جب جب بھی بستی والے غلط کام کریں گے، اللہ کے غضب کو دعوت دیں گے تو اللہ تعالی ان کو تباہ کر دیں گے۔

اور قیامت کے دن تو سب کو ہی تباہ کر دیا جائے گا۔

❖ آیت 59

اب انکے ایک اور سوال کا جواب ہے۔

معجزہ تو ہم صرف ڈرانے کے لیے ہی بھیجتے ہیں۔

❖ آیت 60

وَمَا جَعَلْنَا ٱلرُّءْيَا ٱلَّتِيٓ أَرَيْنَٰكَ

واقعہ معراج

وَٱلشَّجَرَةَ ٱلْمَلْعُونَةَیعنی زقوم کا درخت

❖ آیت 62

لَأَحْتَنِكَنَّ

کا مطلب ہوتا ہے کہ میں ان پر قبضہ جمالوں گا یعنی تمہاری اولاد تمہاری نہیں رہے گی میں ان کو اپنا بنالوں گا۔

اور یہ ہم میں سے بہت سے لوگ دیکھ رہے ہیں۔ بچے ہمارے، پیدا ہم نے کیے، سکھایا پڑھایا ہم نے، خرچ ہم نے کیا، تعلیم ہم نے ان کو دی۔ جب بڑے ہوئے تو کچھ سننے کو تیار نہیں، کیا ہوا؟

کون ان کو اچک کے لے گیا؟ شیطان

کیونکہ اس نے یہ چیلنج دیا تھا کہ اگر مجھے قیامت کے دن تک مہلت مل گئی تو میں آدم کو نہیں بلکہ اس کی اولاد کو نسل در نسل بہکاتا رہوں گا۔

✷ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

شیطان ہر پیدا ہونے والے بچہ کی کوکھ میں کچوکے لگاتا ہے لیکن مریم علیھا السلام اور ان کے بیٹے کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کس طرح چیخ کر رو رہا ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: یہ تب ہوتا ہے جب شیطان اس کی کوکھ میں کچوکے لگاتا ہے (یعنی پیدا ہوتے ہی اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے)

✧ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو کچوکے لگاتا ہے پس اگر وہاں اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ چلا جاتا اور اگر نہ لیا جائے اللہ کا نام تو بچہ کے دل پر جم جاتا ہے۔

وہیں سے وہ اس کو اپنا بنالیتا ہے۔

اس لیے جتنی بھی مسلمان بیٹیاں ہیں مائیں ہیں خاص طور پر اس بات کا اہتمام کریں کہ جس وقت بچہ کی پیدائش کا وقت ہو اس وقت پاس یہ قرآن لگا ہوا ہو، یا کوئی پڑھ رہا ہو، یا کوئی ذکر اذکار اس وقت کیا جائے تاکہ شیطان اس وقت بچہ پر حاوی نہ ہو سکے۔

❖ **آیت 63** یعنی تو بھی اور تیرے فالورز سب ہی جہنم میں آئیں گے۔

❖ **آیت 64**

اور مہلت میں کیا تھا؟

وَٱسۡتَفۡزِزۡ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُم بِصَوۡتِكَ

اس کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ شیطان کی آواز بانسری، باجے اور میوزک کی چیزیں ہیں، یہ سب شیطانی آوازیں ہیں جس کے ذریعے وہ بندوں کو پھسلاتا ہے۔

وَأَجۡلِبۡ عَلَيۡهِم بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَوۡلَٰدِ وَعِدۡهُمۡۚ

یعنی تجھے کھلی چھٹی ہے جس طرح چاہے کام کر، انفرادی طور پر انہیں بہکا سکتا ہے تو انفرادی طور پر بہکالے اور فوجیں چڑھا کر لے جاسکتا ہے تو ایسا کرلے۔

کیونکہ جتنے جتنے انسان اس کی قدرت سے باہر نکلتے ہیں ان پر اتنی زیادہ وہ محنت کرتا ہے۔

❖ **آیت 65**

میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا چاہے تم ان پر کتنی بھی محنت کرے۔

شیطان کے مقابلے میں رب کی مدد حاصل کریں، کیونکہ آپ ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا۔

❖ **آیت 66**

رب کی پہچان نہیں ہے کہ تمہاری کشتی کو کون چلاتا ہے؟ جس نے کشتی کو چلنے کی طاقت دے رکھی ہے وہی تمہارا رب ہے۔

❖ **آیت 68**

یاد رکھیے

خطرناک راستوں کو عبور کرلینا، سمندر کا سفر پار کرلینا، جنگل سلامتی سے عبور کرلینا ایک عظیم نعمت ہے جس کو انسان عام طور پر بھول جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی سمندر کی لہروں سے بچاکر جہازوں کو پار لگاتا ہے یا اڑتے ہوئے جہازوں کو جس طرح وہ صحیح سلامت اپنی منزل تک پہنچاتا ہے تو ان تمام مواقع پر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

❖ آیت 69

ہوتا یہ ہے کہ انسان مشکل وقت میں اللہ کو پکارتا ہے لیکن جب مشکل چلی جاتی ہے تو بھول جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو یاد دلا رہے ہیں کہ کیا تم پھر مشکل میں نہیں پھنس سکتے تو آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ تمہیں اپنے رب ہی کے پاس واپس جانا ہے تو اس سے اپنا تعلق درست رکھو۔

❖ آیت 70

یعنی اس میں تمام انسان شامل ہیں کہ ان کو باقی تمام مخلوقات پر فوقیت ہے، باقی سب چیزیں انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔

❖ آیت 71

یعنی قیامت کے دن جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں مل گیا وہ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ عذاب سے بچ گیا۔

یہاں فتیل کا لفظ ہے جو کھجور کی گھٹلی کے پھٹے ہوئے حصے میں ایک دھاگے کی سی چیز ہوتی ہے۔

یعنی اتنا کم درجہ کا بھی ظلم نہیں ہو گا۔

انسان کو ذرہ برابر بھی نیکی دکھادی جائے گی اور اس کا اجر بھی ملے گا۔

آج ہم چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو کتنا چھوٹا سمجھ کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ کل ان سب کا بھی وزن ہو گا۔

بعض اوقات ہم چھوٹی نیکی دکھاوے کے لیے نہیں کرتے کیونکہ اس پر ہمیں کوئی تعریف نہیں ملنی ہوتی تو ہم اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ کچھ پتہ نہیں کل چھوٹی نیکی ہی فائدہ دے جائے وہی کام آجائے۔

❖ آیت 72

یہ نہیں کہ physically اس کی آنکھیں نہیں تھیں بلکہ حق سے اندھا بنا رہا، ہدایت سے اندھا بنا رہا تو قیامت کے دن بھی اس کو کچھ سجھائی نہیں دے گا۔

❖ آیت 74

یاد رکھیے

ایمان میں ثابت قدمی اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔

✧ ابن القیم کہتے ہیں کہ

بندہ پلک جھپکنے کی دیر میں بھی اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ وہی تو اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ یعنی اگر اللہ ثابت قدم نہ رکھے تو زمین و آسمان بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہے اور انسان کا ایمان بھی قائم نہ رہے۔

اسی لیے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ

اور یہ دعا بھی بہت زبردست ہے۔

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

اے اللہ میں تیری ہی رحمت کی امید کرتا ہوں، مجھے لحظہ بھر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر، میری مکمل حالت درست فرمادے، تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں۔

کہ اللہ ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے شیطان کے حوالے نہ کرنا کیونکہ ہو سکتا ہے اسی ایک لمحہ میں شیطان اچک کرلے جائے۔

❖ آیت 76

یاد رکھیے

دوسروں کو دربدر کرنے والا خود بھی کہیں زیادہ دیر نہیں ٹکا کرتا۔

دوسروں کا برا چاہنے والا دراصل اپنا برا چاہ رہا ہوتا ہے۔

❖ آیت 78

کیونکہ فجر کے وقت قرآن پڑھنا مشھود ہوتا ہے۔ **مشھود ہونے کا مطلب کیا ہے؟**

کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

یہاں پر قرآن الفجر سے مراد

فجر کی نماز ہے جس میں طویل قراءت کی جاتی ہے

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سارے دن کے مقابلے میں فجر کی، اگرچہ رکعتیں دو ہیں لیکن ان میں تلاوت لمبی کرنی چاہیے، امام تو کرتے ہی ہیں لیکن آپ سب بھی اپنے دن میں جتنی سورتیں پڑھتے ہیں نماز میں، ان کے مقابلے میں فجر کی نماز میں زیادہ لمبی سورت پڑھیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ جن کو نیند آتی ہے وہ چھوٹی سی سورت پڑھ کر بس سونے کی کرتے ہیں کہ پھر کام پر جانا ہے لیکن جب weekend ہو تو کم از کم اس دن اہتمام کریں۔

✷ جمعہ کے دن آپ ﷺ پہلی رکعت میں الم السجدۃ اور دوسری رکعت میں سورت الدھر پڑھا کرتے تھے۔

یاد رکھیے

فجر کے وقت فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ یعنی اسی آیت کو پڑھ کر بتایا۔

لیکن اس کے علاوہ بھی قرآن کی تلاوت کرنے کا بہترین وقت دن کا آغاز یعنی فجر کے بعد ہے۔ اس وقت پڑھنے کی عادت بنانی چاہیے چاہے تھوڑا سا ہی پڑھے یا پھر نماز میں لمبا پڑھ چکا ہے تو بھی ان شاء اللہ اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

❖ آیت 79

رات کے وقت تہجد کی نماز ادا کیجیے آپ ﷺ کے لیے فرض تھی امت کے لیے نفل ہے۔

مقام محمود کیا ہے؟

✷رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے اور میرا رب مجھے ایک سبز رنگ کی پوشاک پہنائے گا پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہے گا پس یہی مقام محمود ہے۔

یعنی اس وقت ساری مخلوق کی زبان سے آپ کی تعریف جاری ہو جائے گی، تو جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھتا ہے۔

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ

تو قیامت کے دن اس کو نبی ﷺ کی شفاعت ملے گی۔

اور یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ تہجد رات کی نماز کو کہتے ہیں رات کے نوافل کو۔

اس کے لیے عام نام قیام الیل ہے۔

رات کے شروع میں پڑھیں، تھوڑی دیر ٹھہر کر پڑھیں، سحر کے وقت پڑھیں سب ہی کو قیام الیل کہا جاتا ہے اور سب کا ہی اجر ہے۔ لیکن نبی ﷺ کا طریقہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے کا تھا، پچھلے رات جس کو سَحَر کا وقت کہتے ہیں۔

تہجد کیوں کہتے ہیں؟

نیند توڑ کر اٹھنا۔ جو نماز نیند توڑ کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کہلاتی ہے لیکن عمومی طور پر تہجد (خاص طور پر تہجد اس نماز کے لیے ہے) لیکن رات کی ساری نمازوں میں سے کسی وقت کی نماز کو تہجد کہا جاسکتا ہے۔

یعنی آپ عشاء کے ساتھ بھی تہجد پڑھ کر سو سکتے ہیں چاہے آپ ابھی سوئے نہیں، کچھ نوافل زائد پڑھ لیں آپ کے تہجد ہو جائیں گے۔

کیونکہ کچھ لوگ دوبارہ نہیں اٹھ سکتے۔

کچھ لوگ سوتے ہیں عشاء کے بعد درمیان میں اٹھتے ہیں پھر پڑھ کر سو جاتے ہیں اور پھر دوبارا اٹھتے ہیں۔

تو جو بھی طریقہ جس کو suite کرتا ہو۔

لیکن فرض نمازوں کے بعد یہ ایک بڑی فضیلت والی نماز ہے۔

رات کے وقت اٹھ کو نماز پڑھنا، نوافل پڑھنا اور اس میں دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔

اب بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں تراویح فرض ہے، تراویح سنت موکدہ ہے؟ تراویح کیا ہے؟

نفل نماز ہے پڑھو گے تو بہت بڑاا جر ہے

من قام رمضان إيمانا واحتسابا , غفر له ما تقدم من ذنبه

جو رمضان کی راتوں کو قیام کے گا ایمان اور ثواب کی نیت سے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تو یہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی ہے۔

❖ آیت 82

جو ایمان رکھتے ہیں قرآن ان کے حق میں شفاء ہے اور ہر طرح کی بیماریوں سے شفاء ہے اور رحمت کا باعث بھی ہے۔یعنی قرآن سے رحمتیں اور برکتیں آتی ہیں ان کی زندگی میں، لیکن جو ظالم ہیں، یا جو اس پر ایمان نہیں رکھتے یا جو ایمان رکھ کر اس کے اندر سے نقص نکالتے ہیں ان کے لیے یہ نقصان میں ہی اضافہ کرتا ہے۔ان کو اس قرآن سے ہدایت نہیں ملتی بلکہ وہ اور زیادہ دور چلے جاتے ہیں ہدایت سے۔

✧ مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں:

جو بھی اس قرآن کے ساتھ مجلس اختیار کرتا ہے (اکیلے یا سب کے ساتھ مل کے جیسا کہ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) تو جب وہ اٹھ کر جاتا ہے تو یا تو وہ اضافے کا ساتھ اٹھتا ہے یا کمی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

یعنی آکر کچھ لیکر جاتا ہے یا پھر پہلا بھی گنوا کر جاتا ہے۔

جہاں تک شفاء کی بات ہے تو اللہ کی کتاب سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں خاص طور پر سورت الفاتحہ کو لازم پکڑ لیں جب بیمار ہوں۔

عام طور پر بھی اپنے اوپر سورت الفاتحہ پڑھ کر دم کر سکتے ہیں بچوں پر کر سکتے ہیں۔

✷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علاج کر رہی ہے یا ان کو دم کر رہی ہے۔آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کتاب اللہ کے ساتھ اس کا علاج کرو۔

پہلے بھی آپ کو بتایا گیا تھا آیات شفاء کا جس میں قرآن مجید کی وہ خاص آیات جن کے پڑھنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور پھر نبی ﷺ نے شفاء کے لیے جو مسنون اذکار ہمیں بتائے ہیں وہ سب ایک کتاب میں اور ایک پمفلٹ اور کارڈ میں جمع کر دیئے گئے ہیں جب بھی کوئی بیمار ہو تو دوالیں، اچھی تیمارداری کریں مریض کی، لیکن اس میں سب سے بہترین تیمارداری کیا ہے کہ آپ اس پر قرآن پڑھ کر دم کریں۔

اور اسی طرح یہاں یہ کہا گیا کہ ظالموں کے خسارے میں اضافہ کرتا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ظلم سے بچانا چاہیے۔ظلم کرنے والے قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

ظلم کیا ہے؟

کسی کو اس کے حق سے محروم کر دینا۔

چاہے ایک ماں بچے کو دودھ نہ پلا کر اس کے حق سے محروم کرتی ہے یا کسی سے کوئی کام لے کر اس کو پوری اجرت نہ دینا جو اس سے طے کی گئی ہو، یا اسی طرح کی اور بھی گھریلو زندگی میں مثالیں دیکھ سکتے ہیں جیسے شوہر کا حق نہ دینا، شوہر کا بیوی کو حق نہ دینا، بچوں کو اگنور کر دینا، ان کی ضروریات پوری نہ کرنا، ان کی صحیح تربیت نہ کرنا، ان کے اندر ایمان نہ پیدا کرنا۔تو ظلم کی کئی قسمیں ہیں۔

کل بھی میں نے تین قسمیں بتائی تھیں۔

- اللہ اور بندے کے بیچ میں
- بندوں اور بندں کے بیچ میں

- اور اللہ کے بارے میں جیسے شرک

توجو ظالم ہوتے ہیں توبہ نہیں کرتے، دوسروں پر زیادتی کرتے ہیں، قرآن ان کو فائدہ نہیں دیتا۔

❖ آیت 83

نعمتیں جب ملتی ہیں بے وفائی کرتا ہے۔

لیکن مومن کیا کرتا ہے نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے، مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے۔

❖ آیت 85

لوگ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ روح ہمارے اندر کہاں سے آگئی؟

تم یہ ساری باتیں سمجھ ہی نہیں سکتے۔

آپ دیکھیں کہ certain چیزوں کو سمجھنے کے لیے certain لیول کا ہونا ضروری ہے۔

مثال کے طور پر کسی مریض کے مرض کو پہچاننے کے لیے ڈاکٹر بننا ضروری ہے ایک certain لیول کا علم آپ کے پاس نہ ہو تو آپ بیماری کو نہیں سمجھ سکتے، صحیح طور پر تشخیص نہیں کر سکتے، تو اسی طرح روح کے مسئلہ کو سمجھنے کے لیے آپ کے پاس ایک certain لیول کا علم ہونا چاہیے۔ وہ ہے ہی نہیں، وہ دنیا میں ہے ہی نہیں تو کہاں سے حاصل کروگے اور کہاں سے روح کو سمجھوگے تو فی الحال دنیا میں یہ بس اتنا ہی جان لو کہ یہ تمہارے رب کے امر سے آتی ہے تمہارے اندر۔

اور جب رب کا امر آتا ہے تو چلی بھی جاتی ہے نہ ہم اس کے آنے پر کوئی کنٹرول رکھتے ہیں کہ ہم نے نہیں آنے دینا، نہ ہی اس کے جانے پر۔ یہ آزاد پنچھی ہے اللہ کے حکم سے ہی ہے، آتی ہے تو زندگی لاتی ہے اور جاتی ہے تو زندگی بجھ جاتی ہے۔

❖ آیت 88

جیسا میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ سورت بنی اسرائیل میں قرآن کا ذکر بہت آتا ہے۔

✷ نبی ﷺ رات کو اسے سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ یہ میرے قدیم مال میں سے ہے یعنی ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے۔

ابتدائی دور کی سورتوں میں عموماً توحید کا استدلال ہوتا ہے دلائل دیئے جاتے ہیں، قرآن کی authenticity کو ثابت کیا جاتا ہے۔

❖ آیت 89

یعنی اللہ تعالی نے سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن کچھ لوگ جو ظالم ہوتے ہیں ان کو سمجھ نہیں آتی۔

❖ آیت 90–93

کوئی ایک مطالبہ ہے؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے زندگی میں کوئی شخص آپ سے بے پناہ حجتیں کرتا ہے، یہ بھی غلط ہے، یہ کیوں ہے، یہ کیوں ہے،

تو آپ ان کے جواب میں ایک بات سے ان کی بات ختم کر سکتے ہیں، ضروری نہیں ہوتا کہ ہر وقت دوسروں کو بہت لمبے چوڑے دلائل سے سمجھایا جائے، جیسے بچے ہوتے ہیں بعض اوقات وہ بڑے ناروا مطالبات کرتے ہیں انہیں سیل فون چاہیے، انہیں گاڑی چاہیے، بس وہ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب نیا مطالبہ کریں اور جب آپ کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا تو وہ ناراض ہوتے ہیں، پھر وہ ایک کے بعد ایک دلیل لاتے ہیں آپ کے پاس، پھر emotionally black mail کرتے ہیں، ان کے سر سے وہ بات نکلتی نہیں، ایک ہی بات ہوتی ہے بس وہ انہیں چاہیے، ایسے میں جو چیز تو درست ہے اس میں بہت زیادہ تو ان بیچاروں کو منتیں، ترلے نہ کرنے دیں، جو چیز ضرورت کی ہے خود ہی لے دیں۔

لیکن جو ضرورت کی نہیں اور نہیں لے کر دینی تو ایک دفعہ نہ کر دی تو یہ نہیں کہ دو چار دفعہ ستائیں تو پھر آپ کہیں کہ اچھا یہ لو۔

اب یہ جو اتنے مطالبے اہل مکہ کرتے تھے تو یہ تھوڑی کیا گیا کہ جو تم اتنا تنگ کر رہے تو یہ لو مطالبہ تمہارے پورے ہو گئے۔

نہیں جو چیز فائدے کی نہیں، جو کام کرنے کا نہیں اس کو نہیں کرنا، اور بچوں کو بھی یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس بات پر نہ ہو چکی ہے اب دوباہ نہیں بات کرنے کی۔

اصل میں کیوں نہیں مانے گئے یہ مطالبے؟

اگر یہ مان لیے جاتے تو تھوڑے دن بعد ایک نیا سیٹ مطالبات کا آجاتا، اور پھر اور آجاتا۔

تو کیا نبی ﷺ کا کام یہی تھا کہ وہ لوگوں کو کرشمہ دکھاتے رہیں، اور ان کو مسحور کرتے رہیں، اور ان کو اچھنبے میں ڈالتے رہیں کہ اچھا یہ ہے وہ ہے، حیران کن چیزیں بتاتے رہیں اور ہدایت کا کام نہ کریں، تعلیم نہ دیں۔

تو اس لیے جہاں بھی کوئی آپ کو بہت زچ کرے اور لمبی چوڑی بات کرے، وہاں مختصر بات کرنا سیکھیے۔

کیا کہا ان ساری باتوں کے جواب میں؟

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

پاک ہے میرا رب وہ لا سکتا ہے سارے معجزے۔

یہاں یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ نبی ﷺ اللہ کے رسول ضرور تھے اور اس کے ساتھ ایک بشر بھی تھے۔

یہ جو ہم نے ایک جھگڑا کھڑا کر رکھا ہے کہ آپ ﷺ نور سے پیدا ہوئے، اور آپ انسان نہیں تھے اور آپ کا سایہ نہیں تھا۔

یہ irrelevant غیر متعلقہ باتیں ہیں، آپ کے آنے کا مقصد سمجھیے۔

آپ کے آنے کا مقصد لوگوں کو مسحور کرنا نہیں تھا، یا عجیب و غریب باتیں دکھاتے رہنا نہیں تھا، یا اپنی ذات کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بتانا مقصود نہیں تھا، آپ اپنے آپ کو منوانے نہیں آئے تھے۔ آپ اللہ کا پیغام سنانے آئے تھے۔

تو اسی طرح داعی دین کو بھی اپنے مقصد پر فوکس ہونا چاہیے۔ بعض اوقات ہم ایسی چیزوں سے لوگوں کو دین کی طرف لانا چاہتے ہیں کہ وہ کسی طرح attract ہو جائیں، بات یہ ہے کہ جس کے اندر سچی طلب ہے وہ آپ کی بات سے ہی attract ہو جائے گا۔

اخلاص میں بڑا وزن ہوتا ہے، اپنے اندر sincerity پیدا کریں، اپنے کاموں کو اللہ کی خاطر کریں، تو اس میں آپ دیکھیں گے کہ عام طریقے سے بھی جو کام آپ کرتے ہیں وہ بہت اچھا ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات کسی five star hotel میں کھانے کی وہ سہولت نہیں ملتی جو آپ اپنی مٹی کے ہنڈیا میں کچھ بنا کر ذائقہ حاصل کر سکتے ہیں۔

تو بہت سی سمپل چیزیں، basic چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بہت بہترین ہوتی ہیں لیکن یہ دھوکہ ہوتا ہے نظر کا کہ چکا چوند والی چیزوں کی طرف انسان زیادہ راغب ہو جاتا ہے اور متاثر ہو جاتا ہے ان سے۔

تو انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہیے۔

❖ آیت 95

جب تم انسان ہو تو رول ماڈل ایک انسان کی شکل میں ہی آنا چاہیے۔

کیونکہ مقصد پر غور کرو، مقصد پر نظر رکھو کہ رسول کے آنے کا مطلب کیا ہے؟

❖ آیت 97

✧ حسن کہتے ہیں:

کہ میدان حشر میں جانے سے لے کر آگ میں داخل ہونے تک وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے جہنم میں جا کے سب کچھ اب انہیں نظر آرہا ہو گا۔

❖ آیت 98

یہ آفت، یہ مصیبت اب ان پر کیوں آئے گی؟

یہ بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ آخرت کو نہیں مانا تھا۔

❖ آیت 100

قَتُورًا کنجوس اور مال کو خرچ کرنے سے روکنے والا، مال خرچ نہ کرے۔

❖ آیت 104

یعنی دنیا میں تمہاری نسلیں کہیں پھیل جائیں قیامت کے دن ہم تمہیں جمع کر لیں گے۔

❖ آیت 106

قرآن ایک ہی دفعہ نہیں آیا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے آیا ہے۔

یعنی قرآن ایک لائف اسٹائل چیز ہے جس سے انسان فائدہ اٹھائے۔

رمضان میں نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ پورے قرآن کا دور کرتے تھے، پوری revision ہو جاتی تھی کیونکہ قرآن نازل ہی اس مہینے میں ہوا ہے لیکن رمضان گزر جائے تو اتنا نہیں تو تھوڑا تھوڑا اس کے ساتھ تعلق قائم رکھے تا کہ آب حیات ملتی رہے۔

❖ آیت 107 پھر قرآن کی بات ہے۔

ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اس مطلب یہ نہیں کہ زمین پر اپنی ٹھوڑی رکھ دیتے ہیں جیسے پیشانی رکھی جاتی ہے یعنی ماتھے سے سجدہ کرنے کی بجائے ٹھوڑی پر کر رہے ہوتے ہیں۔

نہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ جھک جاتے ہیں۔

اب آپ دیکھیے کہ جب آپ جھکتے ہیں تو آپ کی ٹھوڑی کہاں لگتی ہے آپ کے سینے تک آ جاتی ہے۔

❖ آیت 109

جو بھی علم رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مقام تک پہنچے کہ قرآن سنتے ہوئے اس میں خشوع و خضوع اور عاجزی ہو۔

ہر قرآن پڑھنے والے اندر یہ عاجزی آنی ضروری ہے کہ وہ پڑھتے پڑھتے پکار اٹھے رب کو اور وہ رو پڑے، یعنی قرآن ہمارے جذبات کی تسکین بھی کرتا ہے۔

✧ مسند دارمی میں ابو محمد تیمی روایت کرتے ہیں:

کہ جسے ایسا علم دیا گیا جو اسے رونے پر مجبور نہیں کرتا وہ اس لائق ہے کہ اسے علم ہی نہ دیا جاتا۔

کیونکہ اللہ تعالی نے علماء کی یہ صفت بیان کی ہے۔

علم والے قرآن پڑھ کر سن کے ان کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔

نجاشی کے بارے میں ساتویں پارے کے شروع میں آپ نے پڑھا تھا

وَإِذَا سَمِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا۟ مِنَ ٱلْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ

✷ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ عبد اللہ بن مسعود رضہ اللہ عنہ سے کہا کہ

تم مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو انہوں نے سورت النساء کی آیات تلاوت کی پھر جب اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا

تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اٹھایا تو نبی ﷺ رو رہے تھے (عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو پڑھ رہے تھے کہ کسی آدمی نے انہیں ٹھوکا دیا کہ دیکھو نبی ﷺ رو رہے ہیں)

تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ خود نبی ﷺ بھی قرآن پڑھ کر سن کر رویا کرتے تھے۔

تم ہم سب کو بھی اس کی کوشش کرنی چاہیے اگر رونا نہیں بھی آتا تو رلانا چاہیے جہنم کی آیتیں پڑھ کر، یا کسی طرح کبھی نہ کبھی، یا سنتے ہوئے تراویح میں، کبھی دن کو تلاوت کرتے ہوئے، کبھی قرآن کی مجلس میں کسی نہ کسی جگہ دل نرم ہونے چاہیے۔

کیونکہ اگر قرآن سے دل نرم نہیں ہوتے تو یہ کوئی intellectual activity نہیں ہے۔

اس سے پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے ہوئے رویا کرتے تھے اور پچھلی صفوں کے لوگ ان کی آہ و بکا سن لیتے تھے۔

سورت الکھف

▪نور دینے والی سورت ہے

▪جو شخص جمعے کے دن سورت الکھف پڑھتا ہے تو وہ دو جمعوں کے درمیان اس کے لیے نور بن جاتی ہے۔

یعنی نور روشن کر دیتی ہے۔

✷رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے سورۃ الکھف کی تلاوت ایسے کی جیسے وہ نازل ہوئی (یعنی صحیح طریقے سے پڑھا اس کو) تو یہ قیامت کے دن، اس کے لیے مکہ سے لیکر اس کی جائے قیام تک نور کا سبب بنے گی اور جس نے اس سورت کی آخری دس آیات پڑھیں پھر دجال نکل آیا تو اس کو کوئی نقصان نہ دے گی۔

✷نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو آدمی سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیتیں یاد کرلے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

❖ آیت 6

یہ تھا نبی ﷺ کا غم، اور اتنا غم گویا آپ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔

ہمارے غم کیا ہیں؟

پھر ہم اپنے آپ کو آپ ﷺ کی امت میں سے قرار دیتے ہیں۔

❖ آیت 7

یعنی دنیا میں اللہ تعالی نے طرح طرح کی attractions رکھ دی ہیں لیکن ان سب میں ہمارا امتحان ہے کہ ان کے اندر رہتے ہوئے ہم اللہ کو کتنا یاد کرتے ہیں، یہ چیزیں ہمیں اللہ کی یاد دلاتی ہیں یا اللہ ہی سے غافل کر دیتی ہیں۔

❖ **آیت 8** یہ سب ختم ہو جائے گا۔

❖ **آیت 9** اصحاب الکھف کا قصہ اب یہاں بیان ہو رہا ہے۔

❖ آیت 10: یاد رکھیے

یہ کچھ نوجوان بچے تھے جو ایمان لے آئے تھے، توحید پر تھے، جبکہ ان کے وقت کا بادشاہ اور سب لوگ جو تھے وہ شرک پر تھے اور شرک ہی کی طرف بلاتے تھے۔

تو انہوں نے اپنا دین بچانے کے لیے ہجرت کی تھی کیونکہ نبی ﷺ بھی ہجرت کرنے والے تھے تو اس موقع پر یہ سورتیں نازل ہوئیں۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

کسی جگہ پر رہ کر انسان کا دین، ایمان خطرے میں ہو تو اسے وہاں سے نکل جانا چاہیے کیونکہ زمین وسیع ہے۔ اور ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں اللہ کی عبادت کر سکے اور اس جگہ پر نہ رہے جہاں اس کے لیے فتنہ ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں لوگوں نے دین کی خاطر اپنا گھربار، رشتہ دار، اموال، اولاد سب کچھ چھوڑ دیا۔

✷ اسی طرح فتنوں سے بچنے کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وہ زمانہ قریب ہے کہ جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات کی طرف نکل جائے گا وہ فتنوں سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے دین کو بچالے گا۔

یعنی ایسی جگہوں پر رہنے کی بجائے جہاں پر اس کے لیے دین پر عمل کرنا مشکل ہے اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں چلا جائے گا جہاں اس کے لیے سہولت ہو گی۔

کیونکہ آخرت میں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دنیا کتنی کمائی بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ دین کتنا بچایا۔

❖ **آیت 14** تو اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کے ارادے کے بعد ان کو سب اسباب بھی مہیا کر دیئے ان کے دل کو جما دیا۔

یاد رکھیے

جب سچی نیت اور اخلاص کے ساتھ انسان کسی نیکی کے کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لیے رستے بھی بنا دیتا ہے۔

❖ آیت 16

یعنی ان کے لیے اور تو کہیں جانے کا راستہ نہیں تھا کہ کوئی اور شہر، کوئی اور ملک، کوئی اور آبادی نہیں تو انہوں نے غاز میں ہی جا کے پناہ لے لی۔

❖ آیت 17-18

یعنی ان کے اوپر براہ راست سورج نہیں پڑتا۔

کافی specious جگہ پر وہ جا کر سو رہے۔

کیونکہ وہ سائیڈ بدلتے تھے۔

یعنی ایسا سین ہے کہ وہاں کہ کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ یہ سارے اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کے لیے انتظام کر کھے تھے۔

ان کی کروٹیں بدلوانا، ان کی کتے کو وہاں بٹھانا، اور پھر وہاں ایسا اندھیرا ہونا کہ کوئی وہاں داخل ہونے کی جرات نہ کرے۔

❖ آیت 19

309 سال کے بعد اٹھایا۔

دن کے ابتدائی حصے میں گئے تھے اور اٹھے تھے آخری حصے میں۔

جیسے بہت گہری نیند سونے والا جب اٹھتا ہے تو اس کو پتہ نہیں چلتا کہ ٹائم کیا ہے۔ بعض اوقات آپ دن میں سو رہے ہوتے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ شاید رات ہے۔ اسی طرح vice versa

❖ آیت19

یاد رکھیے

توحید شرک سے بچا کے انسان کے اندر جو پاکیزگی لاتی ہے، تو یہ پاکیزگی اس کے سارے مزاج کا حصہ ہو جاتی ہے، کپڑے میں، جسم کے معاملے میں، کھانے پینے میں، ازدواجی تعلقات میں، ہر چیز میں انسان پھر پاکیزگی کی تلاش میں رہتا ہے، گندی چیزوں سے اس کی روح بیزار ہوتی ہے۔

وَلۡيَتَلَطَّفۡ

یہاں نصف قرآن ہو گیا۔ الحمدللہ۔

یعنی احتیاط کے ساتھ معاملہ کرے۔

انہیں نہیں پتہ تھا کہ اتنی مدت گزر چکی ہے۔

❖ آیت21

بلآخر لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہ وہی بچے تھے جو گم گئے تھے اور اب نکل آئے کیونکہ ان کے پاس اس زمانے کے کوائن تھے، پیسے تھے، کرنسی تھی اور اسی طرح کی کچھ اور چیزیں بھی۔

تو پھر یہ ان کے نزدیک بہت pious ہو گئے اور فوت ہو گئے تو وہ کہنے لگے کہ ان کی قبروں پر مسجدیں بنا دو۔

یاد رکھیے

مسجد قبروں پر نہیں بنانی چاہیے کیونکہ مسجد اللہ کی عبادت کے لیے ہوتی ہے۔ اور قبر کے پاس مسجد بنانے کا مطلب یہ ہے کہ قبر والوں کے لیے بھی دل میں ایسے جذبات ہیں کہ ان کو بھی اللہ تعالی کے اختیارات میں شریک کیا جائے۔

❖ آیت22

قُل رَّبِّيٓ أَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعۡلَمُهُمۡ إِلَّا قَلِيلٞۗ

پھر وہی بات آ گئی کہ جب لوگ بہت زیادہ arguments کر رہے ہوں تو اس کو لمبا نہ کریں، اسے طول نہ دیں، بلکہ مختصر بات کریں۔

❖ آیت23

کیونکہ نبی ﷺ سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا میں کل بتا دوں گا۔ لیکن پندرہ دن تک وحی نہیں آئی تو اس پر آپ ﷺ کو کہا گیا کہ آپ کسی بھی کام کے بارے میں ان شاءاللہ کے بغیر وعدہ نہ کریں۔

❖ آیت26 یہ بھی توحید کا حصہ ہے کہ ہر چیز پر اختیار صرف اللہ کا ہے۔

❖ آیت28: نبی ﷺ کو تلقین کی جارہی ہے کہ آپ غریب لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑیے۔

کیسے لوگوں کی صحبت ہونی چاہیے؟

ان لوگوں کی جو اللہ سے غافل نہ ہوں، اللہ کو یاد کرتے رہیں۔

یعنی یہ آپ کی آنکھوں کے تارے ہونے چاہیے۔

یہ جو قربانیاں کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کو یہاں بیٹھے ہیں اصحاب صفہ، غریب مسلمان آپ ان سے اپنی نگاہ نہیں پھریں گے۔

غافل شخص کی بات نہیں ماننی چاہیے۔

❖ **آیت 29** استغفر اللہ۔

کبھی micro wave سے اچانک چائے نکال کر ایسا ہوتا ہے کہ درجہ حرارت پتہ ہی نہیں چلتا، کپ ٹھنڈا ہی ہوتا ہے انسان منہ سے لگالیتا ہے، چائے منہ میں ڈال بیٹھتا ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

❖ **آیت 32** یہاں اب ایک اور قصہ بتایا جارہا ہے۔

❖ **آیت 36** کیسے فریب میں ہوتا ہے انسان۔ غلط کام کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

❖ **آیت 39** پیچھے ان شاء اللہ کا سکھایا گیا اور یہاں ماشاء اللہ۔

یہ کلمات ہماری زندگی کا حصہ ہونے چاہیے۔

❖ **آیت 40** کتنی optimistic approach ہے۔

یہ دن بدل بھی توسکتے ہیں۔

❖ آیت 44

تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے جو لوگ دولت پر بھروسہ کرتے ہیں تو دولت ڈھلتی چھاؤں ہوتی ہے، وہ کسی کی بھی وفادار نہیں ہوتی۔

مال کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

ڈھل جانے والا۔ اس نے ہمیشہ آپ کے پاس نہیں رہنا، وہ کسی نہ کسی وجہ سے آپ کے سے کسی اور کی طرف چلا جائے گا اس لیے جب تک وہ آپ کے پاس ہے تو فائدہ اٹھالیں۔ آخرت بنالیں۔

❖ **آیت 45**

یہاں دنیا کو پانی سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ پانی بھی ایک حالت میں قائم نہیں رہتا، دنیا کی بھی ایک حالت نہیں رہتی اور دنیا انسانوں کے لیے آزمائشوں کی جگہ بنی ہی رہتی ہے، تبدیلیوں کی جگہ۔

❖ آیت 47

قیامت کے دن کوئی بھی بچ کے نہیں جاسکے گا، کوئی بھی کہیں نہیں چھپ سکے گا۔

❖ **آیت 48** وعدہ کے وقت سے مراد آخرت کا دن

❖ آیت 49

تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

انسان کے کبیرہ گناہوں کے علاوہ صغیرہ گناہ بھی لکھے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن انسان کی ذرہ برابر نیکی اور بدی اس کے سامنے آجائے گی۔ تو انسان چھوٹے گناہوں سے بھی بچے، کہ ایسا نہ ہو معمولی سمجھے جانے والی بات کے اوپر اللہ سوال کرلے۔

❖ **آیت 52 یاد رکھیے۔** قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آنے والا۔

❖ **آیت 54** انسان اکثر باتوں میں بحث کرنے لگتا ہے، نقص نکالنے لگتا ہے۔

❖ **آیت 55** اکثر قوموں کا یہی حال تھا کہ انہوں نے عذاب کے آنے کا انتظار کیا اور اس سے پہلے مان کر نہ دیے۔

❖ **آیت 57** یعنی جب آپ کسی کو یہ کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن میں لکھی ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے تو لوگ اس کے اوپر بھی مذاق بنالیتے ہیں۔

یہاں اس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا جو آیات کے سامنے منہ پھیر لے، آیات نہ سننا چاہے۔ اپنے کرتوت، اپنے گناہ بھول جائے۔

❖ **آیت 59** یعنی پچھلے انبیاء کی تباہی ان کے اپنے مقرر وقت پر ہوئی۔

❖ آیت 60

اب ایک اور قصہ ہے۔ موسی علیہ السلام کا قصہ علم حاصل کرنے کا۔

اس قصے کے بارے میں آتا ہے کہ

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے موسی علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ (یعنی میں اپنے آپ کو بڑا ہی سمجھتا ہوں کیونکہ مجھے اپنے سے بڑا کوئی پتہ نہیں) تو اس پر اللہ سبحانہ وتعالی نے ان سے کہا کہ وہ ایک ایسے بندے سے ملیں جو ان سے بھی زیادہ جانتا تھا۔

اصل میں پیچھے جتنی بھی چیزیں گزریں ہیں،

- پہلے قصہ میں حکومت جاہ۔
- دوسرے قصہ میں دولت
- اور اس تیسرے قصہ میں علم
- اور اگلے قصہ میں اختیارات۔

یہ ساری چیزیں جہاں نعمتیں وہاں بہت بڑی آزمائش اور فتنہ بھی ہیں تو ان کو صحیح طور پر استعمال کرنا چاہیے۔

❖ آیت 60

سبحان اللہ، علم کا شوق تو یہ ہوتا ہے کہ جب تک میری مطلوبہ جگہ نہیں آتی میں سفر کرتا رہوں گا، چلتا رہوں گا۔

اس میں سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ

طالب علم کو اپنا علم بڑھانے کے لیے سفر کرنا چاہیے۔

حتی کہ اگر وہ عالم بھی ہو جائے، کیونکہ موسی علیہ السلام عالم تھے اور ان سے پوچھا گیا تھا کہ کوئی اور عالم بھی ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔

تو ان کو بھی کہا گیا کہ آپ اپنے آپ کو اور اپ ڈیٹ کر لیں اور آگے بڑھیں۔

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں آپ دیکھیں سارے سمجھدار علم والے مسلسل اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

✷ نبی ﷺ کو جو دعا سکھائی گئی تھی وہ کیا تھی۔

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جس میں لوگوں نے سالہا سال علم کے لیے سفر کیا جیسے امام بخاری۔

امام بخاری 16 سال تک سفر کرتے رہے اور بخاری کی حدیثیں جمع کرتے رہے اور پھر انہوں نے ان کو لکھا ایک جگہ۔

ایک ہزار استادوں سے زیادہ سے استفادہ کیا۔

پھر اسی طرح امام بخاری جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن اُنیس سے صرف ایک حدیث سیکھنے کے لیے ایک مہینے کا سفر کیا تھا۔ اور وہ سفر بھی آج کی طرح کا سفر نہیں تھا بہت مشقت والا سفر تھا لیکن علم کا سفر جاری رکھا۔

یہ سفر سارے اسفار سے زیادہ خوبصورت سفر ہوتا ہے جو علم کے لیے کیا جاتا ہے۔ آپ میں سے کچھ لوگ گھنٹہ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ، دو دو گھنٹے کی مسافت سے بھی آرہے ہیں سفر کر کے آرہے ہیں اور اس میں جب سیکھنے کے لیے جاتے ہیں تو اس میں ایک excitement ہوتی ہے جب سیکھ کے جاتے ہیں تو سیکھی ہوئی باتیں دماغ میں بار بار آتی ہیں۔

یاد رکھیے

علم کے راستے کا سفر جنت کا سفر ہے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص حصول علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

اب اس سفر پر جاتے ہوئے موسی علیہ السلام نے اپنے شاگرد، یوشع بن نون کو بھی لے لیا، تو اب دونوں سفر کر رہے ہیں۔

❖ آیت 62

تو کبھی کبھی سفر بہت تھکا بھی دیتا ہے اور اس کا اظہار بھی انسان کر لیتا ہے تو کوئی بات نہیں۔

❖ آیت63

یہ اللہ کے حکم سے ہی آپ مچھلی لے کر چلے تھے اور یہ ایک نشانی تھی کہ جہاں یہ مچھلی زندہ ہو گی (ظاہر ہے آپ مچھلی کو ٹوکری میں ڈال کر لے گئے تھے، ٹوکری میں رکھی ہوئی مچھلی زندہ نہیں ہوتی لیکن اللہ کے حکم سے اس کو ایک جگہ زندہ ہو کر پانی میں جانا تھا) کہا وہی تمہاری جگہ ہو گی جہاں خضر تم سے ملیں گے۔

لیکن ہوا یہ کہ موسی علیہ السلام وہاں سو گئے اور جوان کے شاگرد تھے وہ ان کو بتانا بھول گئے اور کافی آگے نکل گئے اور وہ مچھلی دریا میں چلی گئی تھی۔

موسی علیہ السلام نے کہا اسی چیز کی تو ہمیں تلاش تھی۔

❖ آیت64 یہ واپسی بڑی مشکل ہوتی ہے۔

❖ آیت65

اور یہ بندہ کون تھا؟ خضر علیہ السلام

ان کی اصل حقیقت نہیں معلوم کہ کوئی انسانی بندہ تھا یا کوئی جن تھا یا کوئی فرشتہ تھا بہر حال اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔

اللہ سبحانہ و تعالی نے اس کی تفصیلات نہیں بتائیں ہمیں مقصد پر نظر رکھنی ہے۔

❖ آیت66

کیا آپ مجھے سکھا دیں گے؟

موسی علیہ السلام میں کتنی عاجزی ہے کیا آپ مجھے سکھائیں گے جو آپ کے پاس علم ہے۔

❖ آیت67

کیونکہ معلِم کو طلب علم کی صعوبتوں مشقتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

بعض لوگ بہت excited ہوتے ہیں کہ ہم نے یہ کورس کرنا ہے، یہ پڑھنا ہے لیکن پھر کیا ہوتا ہے تھوڑے ہی دن میں ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔

تو انہوں نے کہا یہ تو بڑا صبر والا علم ہے۔ اس میں بڑا صبر چاہیے اتنا صبر تمہارے پاس نہیں۔

یاد رکھیے

بڑے مقام تک پہنچنے کے لیے بڑی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں اور بڑی منزلیں طے کرنے کے لیے زیادہ صبر کرنا پڑتا ہے انسان کو۔

جیسے اگر آپ پھولوں کی پنیری لگالیں تو وہ اسی سیزن میں آپ کو پھول دے دیتے ہیں لیکن اگر آپ کوئی درخت لگائیں تو کئی سال آپ کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔

تو یہ انتظار صبر مانگتا ہے اور بعض اوقات آپ اس کے پھل کھا بھی نہیں سکتے۔

❖ آیت68 ان کو معذور بھی سمجھا۔

❖ آیت 69

موسیٰ علیہ السلام excited ہیں۔

استاد اور شاگرد کے بیچ میں جو رشتہ ہوتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اگر شاگرد استاد کی بات ہی نہ مانے تو وہ سیکھ ہی نہیں سکتا۔

مثلاً: استاد کہتا ہے کہ 10 دفعہ یا 7 دفعہ سبق پڑھ کر آؤ اور وہ نہیں پڑھتا تو کہاں سے پھر اس کو یاد ہوگا۔

تو یہاں پر استاد اور شاگرد کے تعلقات کیسے ہونے چاہیے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

❖ آیت 71

کشتی میں سوراخ کا مطلب کیا ہے؟ سب کو ڈبونا۔ موسیٰ علیہ السلام چپ نہ رہ سکے۔

❖ آیت 72

بہر حال علم کے راستے میں صبر کرنا، استاد کی بات ماننا ضروری ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات پتہ نہیں ہوتا انسان کو یہ بات کیوں کہی جا رہی؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کی حکمت کیا ہے؟ اور یہ صرف کوئی دینی علم میں ہی نہیں دنیاوی علوم میں بھی صبر چاہیے ہوتا ہے۔

ایک ڈگری حاصل کرنے کے لیے کئی سال چاہیے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر بننے کے لیے اس سے بھی زیادہ پڑھنا پڑتا ہے۔

پھر اسی طرح گھر کے کام کاج سیکھنے کے لیے بھی صبر چاہیے ہوتا ہے، جب نیا نیا کھانا پکانا سیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ جلدی پک جائے اور سکھانے والے کو کہتے ہیں کہ یہ کیوں ڈال دیا، یہ دیکھیے اس میں سے دھواں نکل رہا ہے، یہ جلنے لگا ہے، پانی زیادہ ہو گیا ہے وہ کم ہو گیا ہے۔

تو یہ سارے مرحلے سیکھنے کے دور میں آتے ہیں لیکن یہ کہ جو سیریس علم ہوتا ہے اس کے لیے بہت seriousness بھی چاہیے ہوتی ہے۔

پارہ 15 کے Highlights

1۔ قرآن مجید وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے یعنی جب ہم کہتے ہیں،

ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ تو اس کے لیے پھر ہمیں اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اگر اس سے نہیں حاصل کر رہے تو سیدھے رستے کی پہچان نہیں ہو سکتی.

2۔ پہلے تولو پھر بولو, سوچ سمجھ کر بولنا چاہیئے.

3۔ آخرت کے لیے محنت کیے بغیر یہ سمجھنا کہ ہم آخرت کی تیاری کر رہے ہیں تو یہ خود کو دھوکہ دینا ہے.

4۔ علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا ضروری ہے.

5۔والدین کے حق میں دعائیں کرنی چاہیے ان کے احسانات کا بدلہ ویسے تو ہم دے ہی نہیں سکتے لیکن دعا ایک ایسی چیز ہے کوئی بھی شخص جو آپ پر احسان کرے، آپ دیکھیں گے کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہم پر مختلف طرح کے احسانات کر رہے ہوتے ہیں لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ان کا بدلہ کیسے دیں ان میں سے ایک ماں باپ بھی ہیں. ماں باپ ہم پر سب سے زیادہ عنایات کرتے ہیں لیکن ہم اتنا ہی ان کو تنگ بھی زیادہ کرتے ہیں سب سے زیادہ ہم اگر دیکھیں کہ ہم ستاتے بھی انہی کو ہیں اور جب ہم realize کرتے ہیں ہم کہ ہم نے ماں باپ کا حق ادا نہیں کیا تو ہم چاہتے ہیں کہ کچھ کر بھی نہیں سکتے، تو پھر کیا کرنا چاہیے، دعا کرنا چاہیے، ان کی تعریف کرنی چاہیے، ان کی اچھی عادتیں، ان کی اچھی خوبیاں اپنے بچوں کے سامنے، اور لوگوں کے سامنے بیان کرنی چاہیے کہ ہمارے والدین ایسے کرتے تھے اور اس کے علاوہ یہ کہ ان کے لیے دعا کریں تا کہ کچھ نہ کچھ تو ان کے احسان کا بدلہ ہم دیں۔ دے نہیں سکتے لیکن پھر بھی اللہ راضی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اگر والدین کے حق میں کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہے تو بھی ان شاء اللہ معاف ہو جائے گی۔

6۔احسان کا بدلہ احسان ہے۔

7۔سوچ سمجھ کر وعدہ کرنا چاہیے۔ وعدہ کے معاملے میں بہت احتیاط برتنی چاہیے۔

Commitments نبھانی چاہیے۔

9۔کسی نیک کام پر ثابت قدمی حاصل ہو جانا اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ہے۔

10۔ہر عالم کے اوپر ایک اور عالم ہے اس لیے کوئی عالم اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم نہ سمجھے۔

11۔اللہ اپنے بندوں پر والدین سے بھی زیادہ مہربان ہے

12۔إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ - اگر بندہ کسی پر کوئی احسان کرتا ہے نیکی کا کوئی کام کرتا ہے تو اس کا فائدہ دراصل اس کو خود ہی کو پہنچتا ہے بظاہر وہ دوسرے کے ساتھ اچھا کر رہا ہوتا ہے لیکن فائدہ خود سمیٹ رہا ہوتا ہے۔

13۔شکر گزاری عمل کے ذریعے ہوتی ہے۔ یعنی صرف زبان سے کافی نہیں بلکہ کچھ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

14۔اولاد کا قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

15۔علم کے لیے سفر کرنا، نکلنا جنت کے رستے کو آسان کر دیتا ہے پھر لمبا لمبا سفر مشکل نہیں لگتا پھر آسان لگتا ہے ورنہ انسان سفر سے تو تھک ہی جاتا ہے جیسے موسی علیہ السلام نے کہا تھا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ

(کراچی ریجن)